© rasailojaraid.com

بازگشت

عورت کی حکمرانی اور کوثر نیازی صاحب کا استدلال

مولانا عتیق الرحمن سنبھلی (لندن)

۱۶ دسمبر ۱۹۹۳ء کے جنگ میں عورت کی حکمرانی کے مسئلے پر مولانا کوثر نیازی کے مضمون میں صحابی رسول حضرت ابو بکرہؓ کے بارے میں مولانا کا نہایت وحشت انگیز ریمارک دیکھ کر تقاضہ تھا کہ اس سے پیدا ہونے والی غلط فہمی رفع کیجائے۔ مگر مولانا صاحب کا وہ مضمون چونکہ کچھ حضرات کے جواب میں تھا اس لئے امید تھی کہ انہی حضرات میں سے کوئی صاحب ضرور اس طرف توجہ فرمائیں گے۔ لیکن اب اتنا وقت گزر چکا کہ اس امید پر مزید خاموش رہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے یہ عرض کرنا ہے کہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی حکمرانی شرعاً صحیح ہے۔ یا غلط اسے تو پاکستان کے اہل علم و دانش ہی طے فرمائیں کہ ایک طرح سے "اندرونی معاملہ ہے" لیکن مولانا صاحب نے عورت کی حکمرانی کے سوال سے متعلق بخاری کی حدیث کے راوی حضرت ابو بکرہؓ کی عدالت و ثقاہت اور ان کی قابل استناد حیثیت پر جو جرح فرمائی ہے وہ صرف افسوسناک نہیں بلکہ انتہائی قابل مذمت ہے کہ ایک صحابی کی برملا تنقیص اور توہین ہے۔

راقم کو مولانا کی واقعی علمی حیثیت کا تو پتہ نہیں۔ لیکن انہوں نے حضرت ابو بکرہ کی روایت کے پایہ استناد کو جو اس تاریخی روایت کے حوالے سے مجروح ٹھہرایا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ ایک خاص واقعے کے نتیجے میں ان کی شہادت اور گواہی نہیں تسلیم کیا کرتے تھے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شہادت اور روایت کا شرعی فرق نہیں جانتے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے اور انہوں نے جانتے ہوئے انجانے پن کا رویہ اختیار فرمایا ہے تب تو خدا ہی حافظ ہے کہ وہ اب اپنے ملک کی اسلامی نظریاتی کونسل کے سربراہ بھی بنادئے گئے ہیں۔

بہر حال یہ شہادت اور روایت کا فرق ہی ہے کہ امام بخاری نے ایک طرف تو حضرت ابو بکرہ کی وہ روایت نقل کی ہے جس کو مولانا صاحب نے ناقابل التفات ٹھہرایا ہے تو دوسری طرف ایک دوسری جگہ (کتاب الشہادۃ میں) حضرت ابو بکرہ کی شہادت اور گواہی کے سلسلے میں حضرت عمر فاروق والی روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔ یعنی امام بخاری اس معاملے سے بے خبر نہیں تھے اور علمی دنیا جانتی ہے کہ امام بخاری کا معیار روایت قبول کرنے میں کس قدر سخت ہے۔ اور یہ بھی شہادت اور روایت کے اسی فرق کا نتیجہ ہے کہ وہی محدثین اور علماء جو ایک عورت کو بحیثیت شاہد اور گواہ کافی نہیں مانتے۔ وہی علماء و محدثین روایات حدیث میں عورت اور مرد کو برابر تسلیم کرتے ہیں۔ غلام شاہد نہیں بن سکتا تھا مگر راوی کی حیثیت سے اسکو کبھی چیلنج نہیں کیا گیا۔

الغرض فقہائے اسلام کے یہاں راوی اور شاہد کیلئے مطلوبہ شرائط میں فرق ہے جسکی بنا پر حضرت ابو بکرہؓ اگر بحیثیت شاہد اور گواہ ناقابل قبول بھی ٹھہریں تو محض اس بات کے نتیجے میں ان کا بحیثیت راوی ناقابل قبول ہونا لازم نہیں آتا ہے۔ لیکن نہ سہی مولانا صاحب کو یہ فرق معلوم تو کیا انہیں یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ اہل سنت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں صحابہ کرام جرح و تعدیل کی میزان سے بالاتر ہیں۔ وہ سب کے سب عدول (ثقہ) ہیں۔ ان کی عدالت و ثقاہت میں کلام کرنے والا اہل سنت کے یہاں زندیق ہے۔ ان سے گناہ بے شک سرزد ہو سکتا تھا۔ لیکن ان کی مغفرت کی قرآنی بشارت (وکلاوعد اللہ الحسنی۔ اور ان سب کیلئے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے بھلائی کا) یہ سمجھنا لازم کرتی ہے کہ وہ بغیر توبہ کے دنیا سے جانے والے نہیں ہو سکتے تھے۔

رہا یہ کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ والے مقدمے میں اپنا الزام ثابت نہ کر سکنے پر حضرت عمر فاروق نے جو ان سے (حضرت ابوبکرہؓ سے) توبہ کا مطالبہ کیا تھا جسے انہوں نے پورا نہیں کیا اور اس بنا پر حضرت عمر ان کی شہادت نہیں قبول فرماتے تھے۔ تو اس واقع سے ہمہ و شما کو عمر فاروقؓ بننے کا حوصلہ تو نہیں ہو جانا چاہیئے۔ عمر فاروقؓ کی بات تو عمر فاروقؓ کے ساتھ گئی۔ وہ تو ابی بن کعبؓ جیسے بزرگ صحابی پر بھی درہ اٹھا لیتے تھے۔ خود اس زمانے میں بھی کوئی دوسرا عمر فاروق نہیں بن پایا تھا۔ حضرت ابوبکرہ نے اگر توبہ کا مطالبہ قبول نہیں کیا تو ہم سوائے اسکے کوئی دوسرا امکان ان کیلئے نہیں سوچ سکتے کہ وہ اپنے خیال میں برحق تھے۔ اپنے آپ کو جھٹلا نہیں سکتے تھے۔ اگر یہ ثبوت مہیا نہیں کر سکے۔ اور اسکے لئے انہوں نے یہ سزا بھی قبول کر لی کہ ان کی شہادت حضرت عمر کے یہاں قابل قبول نہ رہے۔ اور ایسا آدمی جو قذف (الزام زنا) کا ثبوت مہیا نہ کر سکے لیکن اپنے نزدیک صادق اور برحق ہو تو ائمہ اربعہ میں سے کم از کم امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایسے آدمی کا عدالتی اعتبار اسکی توبہ پر موقوف نہیں رکھا جائے گا۔ اور بقول ابن حجر، امام بخاری کا بھی یہی مسلک نظر آتا ہے اس تفصیل کے ساتھ کہ حد قذف کو جاری ہوئے ایک سال یا کم از کم پچاس دن گزر گئے ہوں (مزید وضاحت اور تفصیل کیلئے اسکیلئے فتح الباری ج ۵ کتاب الشہادۃ - ۱۹۶۵ مطبوعہ بیروت ۱۴۰۲ھ) جب ایک عام مسلمان کے حق میں بھی ایسی رائے موجود ہے تو ایک صحابی کیلئے سوچنا ہی کیا؟ خاص کر جب کہ حضرت ابوبکرہ نے جس وقت (یعنی جنگ جمل کے بعد جو کہ ۳۶ھ میں ہوئی) زیر بحث روایت بیان فرمائی تھی اس وقت ان پر حد قذف کے واقعے کو تقریباً بیس سال ہو چکے تھے۔

مولانا نیازی صاحب نے حضرت ابوبکرہؓ پر یہ طعن بھی فرمایا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجتہ الوداع کا بیان صرف چھ سطروں میں کیا ہے جبکہ دوسری روایات کی رو سے وہ کافی طویل خطبہ تھا۔ میں عرض کروں گا کہ یہ نکتہ و اعتراض اٹھانا صرف ان کی اس جسارت اور حدود ناشناسی کا وبال ہے جسکے وہ حضرت ابوبکرہ کے مقابلے میں عمر فاروق بن کر مرتکب ہوئے ہیں۔ ورنہ کس راوی کے سلسلے میں اس نکتہ اعتراض کی کہیں سے کہیں تک کوئی سند نہیں پائی جا سکتی۔ علم حدیث کا کوئی طالبعلم بھی یہ نکتہ اعتراض سنے گا تو ہنسی نہ روک سکے گا۔ اس لئے کہ ایسے تو بہت سے واقعات ہیں جن کے مختلف حصے مختلف روایتوں میں بیان ہوئے ہیں۔ خود حجتہ الوداع ہی کے بعض اور اجزاء بھی اس طرح بیان ہوئے ہیں۔ مولانا نے حد ہی کر دی ہے۔

والسلام

(عتیق الرحمن سنبھلی)

© rasailojaraid.com